شعری اصناف

قصیدہ

''قصیدہ'' عربی زبان کا لفظ ہے۔لغت میں اس کے معنی ہیں: گاڑھا گودا اور موٹی جوان تندرست اونٹنی۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ قصیدے کا لفظ 'قصد' سے بنا ہے جس کے معنی 'ارادے' کے ہیں۔عربی ادب کی اصطلاح میں قصیدہ ان طویل نظموں کو کہتے ہیں جو رَجَز اور قطعات کے بعد وجود میں آئیں۔

فارسی اور اردو میں قصیدہ ایک ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی کی مدح، ہجو یا مذمّت کی گئی ہو۔ مدح و ہجو کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی قصیدے کہے گئے ہیں۔ جیسے خلفائے راشدین کی مدح میں مومن کے قصیدے۔

ہیئت کے اعتبار سے قصیدہ کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے 'ہم قافیہ' ہوتے ہیں۔یعنی غزل کی طرح قصیدہ کا پہلا شعر مطلع ہوتا ہے اور باقی تمام اشعار کے دوسرے مصرعے میں مطلع کی مناسبت سے قافیہ کی پابندی ہوتی ہے۔قصیدے میں ایک سے زائد مطلع ہو سکتے ہیں۔لیکن غزل کی طرح وہ مطلع کے فوراً بعد نہیں ہوتے بلکہ قصیدہ کے مختلف اشعار کے درمیان پائے جاتے ہیں۔

رفعتِ تخیّل، زورِ بیان، لفظی و معنوی صنّاعی، مبالغہ آرائی اور بلند آہنگی سے قصیدے کا اسلوب عبارت ہے۔ عام طور پر قصیدے کا کوئی نہ کوئی عنوان بھی ہوتا ہے جو قصیدے کے موضوع یا ممدوح کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے قصیدے کی درج ذیل قسمیں ہیں۔

- **مدحیہ :**

وہ قصیدہ جس میں کسی شخصیت کی مدح سرائی کی گئی ہے اسے 'مدحیہ قصیدہ' کہتے ہیں۔

- **ہجویہ :**

وہ قصیدہ جس میں کسی شخص یا حالاتِ حاضرہ کی برائی، مذمت یا ہجو کی گئی ہو۔سودا کا قصیدہ 'در ہجوِ میر ضاحک' یا 'تضحیکِ روزگار' ہجویہ قصیدے کی مثال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان میں جو قصیدہ کہا جاتا ہے اسے حمدیہ قصیدہ، رسول اللہؐ کی تعریف میں جو قصیدہ کہا جاتا ہے اسے نعتیہ قصیدہ اور صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دینؒ کی مدح میں جو قصیدے کہے جاتے ہیں انھیں منقبت کہا جاتا ہے۔

مدحیہ قصیدے کی مثال :

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
دی وو ہیں آ کے خوشی نے درِ دل پر دستک
(درمدحِ نواب عماد الملک آصف جاہ) سوداؔ

آیا عمل میں تیغ سے تیری وہ کارزار
دیکھا جسے نہ تُرکِ فلک نے بروزگار
(درمدحِ نواب شجاع لدولہ درتہنیت فتح روہیلہ) سوداؔ

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامے سے تحریرِ نغمہ جائے صریر
(درمدحِ بہادر شاہ ظفر) ذوقؔ

نعتیہ قصیدے کی مثال :

شاہا جمال وحسن کے تیرے کہوں میں وصف کیا
ظاہر میں تو ظلِّ خدا، باطن میں تو نورِ خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اس قدر فرحت فزا
حسنِ مقدّس کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
ذوقؔ

ہجویہ قصیدے کی مثال :

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایّام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دست عناں کا بیک قرار
(قصیدہ تضحیکِ روزگار درہجوِ اسپ) سوداؔ

2019-20

قصیدے کے اجزائے ترکیبی :

1۔ تشبیب:

قصیدے کے شروع میں اصل موضوع کے بیان سے پہلے تمہید کے طور پر جو اشعار کہے جاتے ہیں انھیں 'تشبیب' یا 'نسیب' کہتے ہیں۔ تشبیب سے قصیدے کے اصل موضوع کے لیے فضا سازی کا کام لیا جاتا ہے۔ دراصل موضوع کی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ اشعار کہے جاتے ہیں۔ ان ابتدائی اشعار میں بہار، شباب، حسن وعشق، پند ونصیحت، حکمت وفلسفہ وغیرہ مضامین کو اصل موضوع سے قبل پیش کیا جاتا ہے۔

2۔ گریز:

تشبیب کے بعد مدح سے پہلے اصل موضوع کی طرف آنے کی غرض سے جو اشعار کہے جاتے ہیں، انھیں گریز کہتے ہیں۔ گریز قصیدے کا نہایت مختصر حصّہ ہوتا ہے۔ تشبیب و مدح میں منطقی ربط قائم کرنے کے تعلق سے اس کی خاص اہمیت ہے۔

3۔ مدح/ہجو:

یہ قصیدے کا اصل جز ہے۔ مدحیہ قصیدے میں ممدوح کی شخصیت اور اس کے اوصاف کا بیان پُرشکوہ انداز میں مبالغے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مدح میں ممدوح کے جاہ وجلال، عدل وانصاف، شجاعت وسخاوت اور علم وفضل وغیرہ کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہجویہ قصیدے میں کسی شخص یا موضوع سے متعلق عیوب اور برائیوں کا بیان شدّت اور مبالغے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

4۔ حسنِ طلب:

قصیدے کے آخری حصّے میں شاعر ایسے اشعار کہتا ہے جن کا مقصد اپنے ممدوح سے صلہ وبخشش اور اعزاز واکرام طلب کرنا ہوتا ہے۔

5۔ دعا:

اس حصّے میں شاعر اپنے ممدوح کی صحت وسلامتی، شان وشوکت اور لمبی عمر کے لیے دعا بھی کرتا ہے۔ اسی لیے اس جُز کو حسنِ طلب یا دعا کہتے ہیں۔

خطابیہ قصیدہ:

وہ قصیدہ جس میں تمہید یا تشبیب کے اشعار نہیں ہوتے اور کسی موضوع پر براہِ راست خطاب کیا جاتا ہے، اسے خطابیہ قصیدہ کہتے ہیں۔

اردو میں قصیدہ نگاری کی روایت:

اردو میں قصیدہ نگاری کا آغاز محمد قلی قطب شاہ کے قصیدوں سے ہوتا ہے۔ نصرتی دکن کے سب سے ممتاز قصیدہ گو شاعر ہیں۔ شمالی ہند میں سودؔا نے اس صنف کی بنیادیں مضبوط کیں۔ انھوں نے مشکل زمینوں میں قصیدے لکھے جن سے ان کی قدرتِ کلام کا پتا چلتا ہے۔ شوکتِ الفاظ، بلند آہنگی، زبان پر قدرت، تخیّل کی بلندی اور مبالغہ آرائی ان کے قصیدوں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انشاؔ نے قصائد میں عربی، ہندی اور فارسی الفاظ کا استعمال بڑی برجستگی کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے قصائد میں علم و حکمت کے مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ اردو قصیدہ نگاری میں سودؔا کے بعد دوسرا ممتاز نام ذوقؔ کا ہے۔ انھیں مختلف علوم میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ ان علوم کی اصطلاحات کو ذوقؔ نے اپنے قصیدوں میں بڑی خوبی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ان میں زورِ بیان بھی ہے اور تخیل کی بلندی بھی۔ غالبؔ کے قصیدے بھی جدّت طرازی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ مومنؔ نے نواب ٹونک اور راجا اجیت سنگھ کی مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں۔ قصیدے کی تاریخ میں ایک اہم نام محسنؔ کاکوروی کا ہے۔ نعت گوئی ان کا مخصوص میدان تھا۔ انھوں نے کئی نعتیہ قصیدے لکھے ہیں۔ ان کا قصیدہ 'سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل' بہت مقبول ہوا۔

مذکورہ بالا شعرا کے علاوہ منیرشکوہ آبادی، نسیم دہلوی، امیر مینائی اور عزیز لکھنوی کا شمار بھی قصیدہ گو شعرا میں ہوتا ہے۔

کلاسیکی قصائد کا دور ختم ہو چکا ہے لیکن تاریخی اعتبار سے قصیدہ اردو شاعری کی اہم صنف ہے۔ شاعری میں زورِ بیان، قادرالکلامی اور مضمون آفرینی کی روایت کو ترقی دینے میں قصیدہ گویوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس صنف کے ذریعے اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا۔